سیدۃ نساء العالمین خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

آج ضرورت ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی زندگی کے روشن نقوش ہماری نئی نسل کے سامنے لائے جائیں، ان کی تربیت اسی انداز سے کی جائے اور انہیں امت کی تاریخ ساز اور عہد آفرین خواتین کی قربانیوں سے روشناس کرایا جائے؛ تاکہ پورے معاشرے میں ایک صالح انقلاب برپا ہو اور امت کی بہو، بیٹیاں اپنی زندگیوں کان کی زندگی کا پرتو بنانے کی کوشش کرسکیں۔ جگر گوشۂ نبیؐ، زوجہ سیدنا علیؓ، والدہ حسنین کریمین (رضی اللہ عنہما)، جنتی خواتین کی سردار، بی بی خدیجہؓ کی آنکھوں کا نور، سیدہ فاطمہ بتولؓ کی پاکیزہ و حیادار زندگی میں خواتین اسلام کیلئے نصیحت و موعظت کے ان گنت پہلو موجود ہیں۔ آج جبکہ امت کی بیٹیاں اغیار کی تہذیب و ثقافت کی دلدادہ بن رہی ہیں، کفر و ارتداد کے گھاٹ اتر رہی ہیں اور اپنی ناموس و عزت کا سودا کررہی ہیں، ان مسلم خواتین کو سیرت سیدہ فاطمہؓ کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ وہ ایک آئیڈیل خاتون اسلام کی زندگی کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال سکیں اور اپنی زندگی کے شب و روز حق تعالیٰ کی اطاعت، نبیؐ سے محبت اور شوہر کی خدمت میں کما حقہٗ گزار سکیں۔ ایک مسلمان خاتون کیلئے سیرت فاطمہؓ میں زندگی کے تمام مراحل بچپن و کمسنی، جوانی و خانہ آبادی، بشوہر و گھر گرہستی، عبادت و خدا ترسی، والدین کی خدمت، اولاد کی تربیت، اور اعزا اقربا سے محبت غرض ہر مرحلہ حیات کیلئے قابل تقلید نمونہ موجود ہے۔

حضرت فاطمہؓ کی ولادت بعثت نبویؐ کے پانچویں سال ہوئی۔ آپؓ خاص قریش، آل نبی ہاشم، نبی عبدالمطلب اور اہل بیت نبویؐ میں سے تھیں۔ امت مسلمہ کے ہاں آپؓ کی عقیدت و مودت کسی بھی اور خاتون سے کہیں زیادہ ہے۔ آپؓ کی پہچان صرف آپؓ کی ذات مبارکہ یا آپؓ کا حسب و نسب ہی نہیں بلکہ آپؓ کی آل و اولاد اور آپؓ کی نسل بھی اسلام اور تاریخ اسلام کے شاندار ابواب اور عالم انسانیت میں قابل فخر و قابل ستائش ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کی فضیلت عالیہ کے باعث آپؓ سے منسوب القابات بے شمار ہیں۔ آپؓ کے مشہور القابات، ''زہرا'' اور ''سیدۃ النساء العالمین'' ہیں اس لئے آپؓ نے آپؓ کو دنیا و جنت کی خواتین کی سردار قرار دیا تھا۔ آپؓ کے 2 فرزندان حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے باعث آپؓ کو ''ام السبطین'' اور ''ام الحسنین'' بھی کہا جاتا ہے۔ آپؓ کو خاتون جنت؟ الطاہرہ، الزکیہ، المرضیہ، السیدہ وغیرہ سے بھی یاد کیا جاتا ہے، بتول بھی آپؓ کا مشہور لقب مبارک ہے۔ آپؓ کی تربیت راست رسول اکرمؐ اور حضرت خدیجہؓ نے فرمائی۔ ترمذی شریف میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ میں نے اٹھنے بیٹھنے اور عادات و اطوار میں حضرت فاطمہؓ سے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے مشابہ نہیں دیکھا۔ ۲ ہجری غزوہ بدر کے بعد نبیؐ نے حضرت سیدنا علیؓ کے ساتھ ان کا نکاح کردیا۔ اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضروریات زندگی کا کچھ سامان بھی حضرت فاطمہؓ کو دیا تھا۔ (ابن ماجہ)۔

حضرت فاطمہؓ کے بطن سے تین صاحبزادے حسنؓ، حسینؓ اور محسنؓ اور دو صاحبزادیاں زینبؓ اور ام کلثومؓ پیدا ہوئیں۔ حضرت محسنؓ کا انتقال بچپن میں ہی ہوگیا تھا۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے ذریعہ ان کے نانا محترم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب چلا۔

حضرت فاطمہؓ زہرہ بچپن سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی خدمت کرتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول مسجد الحرام میں نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش کے چند بدمعاشوں نے شرارت کی غرض سے اونٹ کی اوجھڑی لا کر نبی اکرمؐ پر ڈال دی اور خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ کسی نے حضرت فاطمہؓ کو خبر دی تو وہ دوڑی دوڑی آئیں اور حضور اکرمؐ پر سے اوجھڑی کو اتار کر پھینکا۔ اسی طرح ایک مرتبہ نبی اکرمؐ مکہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ کسی بدبخت نے مکان کی چھت سے آپؐ کے سر مبارک پر گندگی پھینک دی۔ آپؐ اسی حالت میں گھر تشریف لائے۔ حضرت فاطمہؓ نے یہ حالت دیکھی تو رونے لگیں اور پھر سر مبارک اور کپڑوں کو دھویا۔ حضرت فاطمہؓ نے مکہ مکرمہ کا دور صعوبت سمیت کئی جنگیں دیکھیں، لیکن کبھی حوصلہ نہیں ہارا۔ جنگ اُحد میں رسول اللہؐ زخمی ہوگئے اور حضرت علیؓ کو 16 گہرے زخم آئے تو بی بی صاحبہؓ عین میدان جنگ میں زخمیوں کی تیمارداری، دوا اور مرہم پٹی میں مصروف کار رہیں اور شکوہ و شکایت یا خوف و گھبراہٹ کا شائبہ تک چہرہ مبارک پر ہویدا نہیں ہوا۔

حضرت سیدہ فاطمہؓ کا وصال صحیح روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے چھ ماہ بعد ہوا۔ حضرت فاطمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اکثر غمگین رہا کرتی تھیں۔

بلاشبہ حضرت فاطمہؓ نے نہ صرف بیوی ہونے کی حیثیت سے مثالی زندگی بسر کی بلکہ فرماں بردار بیٹی اور فرض شناس ماں ہونے کی حیثیت سے بھی ایسی بے مثل زندگی گزاری جس کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی۔ آج ضرورت ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی زندگی کے روشن نقوش ہماری نئی نسل کے سامنے لائے جائیں، ان کی تربیت اسی انداز سے کی جائے اور انہیں امت کی تاریخ ساز اور عہد افریں خواتین کی قربانیوں سے روشناس کرایا جائے، تاکہ پورے معاشرے میں ایک صالح انقلاب برپا ہو اور امت کی بہو بیٹیاں اپنی زندگیوں کو ان کی زندگی کا پرتو بنانے کی کوشش کرسکیں۔

قوانین اسلامی ہی انسانی مسائل کا حقیقی حل

مولانا افضل حسین

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلام سے قبل عرب کا خطہ فسادات کا مرکز اور جرائم کی آماجگاہ تھا جہاں ظلم و زیادتی، چوری ڈاکہ زنی، قتل و خونریزی لوٹ مار اور ہر قسم کی برائی عام تھی لیکن اسلامی شریعت، الٰہی قوانین اور حدود و تعزیرات کے نفاذ کے بعد حالات یکسر تبدیل ہوگئے اور مختصر عرصہ میں اس کا نقشہ بدل گیا۔ اسلامی سزاؤں کے اس نظام کے اثرات پانچ سطحوں پر محسوس کئے جاسکتے ہیں۔

نفسیاتی سطح پر : معاشرہ میں عدم تحفظ کا احساس ختم ہوجاتا ہے اور لوگ اپنی عزت، جان اور مال کے حوالے سے مطمئن ہوکر زندگی بسر کرتے ہیں۔

اخلاقی سطح پر : اسلام کی سزاؤں کے نفاذ سے مجرمانہ رجحانات کم ہوتے ہیں اور معاشرہ میں اخلاقی اقدار کو فروغ ملتا ہے۔

سماجی سطح پر : اسلامی سزاؤں پر مکمل عمل درآمد سے معاشرہ امن اور خوشحالی سے ہمکنار ہوتا ہے جو افراد کی انفرادی اور اجتماعی نشوونما کے لئے ضروری ہے۔

معاشی سطح پر : پیشہ ور افیس معاشی کساد بازاری کو ختم کرتی ہیں۔ قوانین کی خلاف ورزی کے امکانات بہت کم ہوجاتے ہیں اسے لوگوں کی جائز معاشی جدوجہد کو تقویت ملتی ہے اور ناجائز ذرائع جیسے چوری اسمگلنگ سودخور بازاری فراڈ وغیرہ قابل سزا جرم قرار پاتے ہیں۔

سیاسی سطح پر : وہ جرائم جو ملک کے استحکام اور اس کی نظریاتی بنیادوں کے لئے نقصاندہ ہیں مثلاً بغاوت بدامنی خوف و ہراس اور اس جیسی تمام چیزوں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ ان تمام توضیحات کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن مجید میں جرائم پر جن سزاؤں کا حکم دیا گیا ہے وہ انسانی حقوق کے عین مخاد میں ہے۔ انہیں موثر طور پر نافذ کرکے ہی انسانی دنیا کو بدامنی سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔ اور ان پر اعتراض محض مخالفت پر مبنی اور لغو ہے اور ان سزاؤں کو ہندوستان میں بھی نافذ کرنے سے یقینی طور پر جرائم کی سطح میں کمی آئے گی۔ اہل مغرب کو یہ بات بھی جاننا چاہیے کہ اسلام یہ اہتمام کرتا ہے کہ سزاؤں کا نفاذ کم سے کم ہو مثلاً چوری کے معاملہ میں۔ (1) ہاتھ کاٹنے کی سزا اس وقت جاری نہیں کی جائے گی جب چوری شدہ مال قیمت دس درہم سے کم ہے۔ (2) اشیاء خوردنی کی چوری پر بھی حد جاری نہیں ہوگی اگر چوری بھوک مٹانے کے لئے کی گئی ہو۔ (3) حد اس وقت بھی جاری نہیں کی جائے گی جب کہ چوری شدہ مال کسی کی باضابطہ ملکیت نہ ہو۔ (4) اگر کوئی ایسی شہادت موجود ہو جس سے شک کا فائدہ ملزم کو پہنچے تب بھی حد جاری نہیں کی جائے گی۔ (5) اگر چوری کسی اضطراب یا شدید مجبوری کے عالم میں کی گئی ہو تو بھی حد جاری نہیں ہوگی۔ (6) مال غیر محفوظ کی چوری پر بھی حد نافذ نہیں ہوگی۔ ان تمام شرائط سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اسلام نفاذ حد کو کم سے کم رکھنا چاہتا ہے۔

مصر کے ایک اسکالر محمد قطب نے اپنی تصنیف ''الانسان بین الاسلام و المادیہ'' میں لکھا ہے کہ انسانی معاشرہ کی صالحیت اسلام کی اولین ترجیح ہے۔ اسلام چاہتا ہے انسانی سماجی معیاری مثالی اور جرائم و فواحش سے پاک ہو ملک میں امن و امان اور سکون و اطمینان کی فضاء ہو اگر ایسا نہ ہوگا تو انسان کی دماغی اور جسمانی صلاحیتیں تباہ و برباد ہوجائیں گی۔ اسلام نے جرائم کی بظاہر سخت سزائیں اسلئے بھی مقرر کی ہیں کہ اس کی دہشت سے سماج سے برائیوں کی جڑ کٹ جائے اور بھرمانہ فکر و مزاج کے حامل افراد عام لوگوں پر ظلم و زیادتی نہ کرسکیں۔ دنیا میں مختلف سیاسی نظریات ہیں جن میں کوئی فرد کو اہمیت دیتے ہیں اور کوئی جماعت کو۔ اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ فرد و جماعت دونوں کو اہمیت دیتا ہے لیکن فرد کے مقابلہ میں جماعت کے مفادات اسلام کے پاس زیادہ اہم ہیں اسلئے اسلام عوامی مفاد و اجتماعی مصالح کو ترجیح دیتا ہے اور پوری جماعت کی خاطر ایک فرد کے نقصان کو گوارہ کرلیتا ہے اسی لئے اس نے یہ بھرتناک سزائیں مقرر کی ہیں۔ اسلام نے بالخصوص جن معاملات میں سزائیں سخت رکھیں ہیں اگر ان جرائم کی سنگینی پر غور کیا جائے تو بات صاف ہوجاتی ہے۔ اسلام کی عبرتناک سزاؤں پر غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اسلام کا عمل نہایت مناسب حیثیت رکھتا ہے۔ ان عبرتناک سزاؤں کے ذریعہ اسلام نے انسانی سماج کے لائق قدر خدمت کی ہے۔ یہ سب سزائیں انسانی فطرت کے عین موافق ہیں اور خالق فطرت ہی انسان کے مزاج کو خوب جانتا ہے۔ اس کتاب میں سزائے رجم اور قصاص کے حق کی ایک دلیل دی گئی ہے۔ مصنف نے لکھا ہے کہ جن ممالک میں موت کی سزا کو منسوخ کرکے کنبا تک کی سزا کو لاگو کیا گیا ہے وہاں قتل و خونریزی اور ظلم و زیادتی کی واردات میں بڑھ گئیں ہیں۔ چنانچہ سیلون کی اسمبلی نے 1956ء میں ایک قانون کو پاس کیا اور سیلون کے حدود میں موت کی سزا کو ختم کردیا گیا۔ اس قانون کے نفاذ کے بعد سیلون میں جرائم کی تعداد تیزی سے بڑھنے لگی لیکن کسی کو ہوش نہیں آیا مگر جب 26 ستمبر 1959ء کو ایک شخص نے سیلون کے وزیراعظم بندرا نائیکے کو ان کے مکان میں گھس کر بیدردی سے قتل کردیا تو سیلون کے قانون سازوں کی آنکھ کھلی اور اسمبلی میں ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہوا جس میں چار گھنٹہ کے بحث و مباحثہ کے بعد یہ اعلان کیا گیا کہ سیلون کی حکومت 1956ء کے قانون کو منسوخ کرکے دوبارہ سزائے موت کو جاری کرتی ہے۔

حج بیت اللہ

استطاعت کے باوجود ادائیگی میں تاخیر باعث وبال

مولانا مفتی خلیل احمد
شیخ الجامعہ، جامعہ نظامیہ

عبادت کے ذریعہ مخلوق کو خوشنودی رب کی سوغات میسر ہوتی ہے اور درجات بلند ہوتے ہیں، اس میں خالق کو نہیں بلکہ مخلوق کو فائدہ پہنچتا ہے، وہ تو بے نیاز ذات کا مالک ہے۔ سابقہ امتیں اپنے انبیاء کے لائے ہوئے دین کو خواہشات نفس کے مطابق تحریف و تبدیل کیا کرتے تھے اور اعمال و عبادت کی نوعیت اور ہیئت کو بدل دیتے تھے۔ ایسا عمل اس امت میں قیامت تک نہ ہوسکے گا۔ کیونکہ نبی کریمؐ کی شریعت قیامت تک نافذ العمل ہے۔ اس میں کسی جماعت کو یا کسی حاکم کو ترمیم و تنسیخ کا حق نہیں۔

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے، حج کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ عمر میں ایک ہی مرتبہ واجب ہوتا ہے اور ایک مرتبہ اس فریضہ کو انجام دینے کے بعد اس کی فرضیت ختم ہوجاتی ہے اس کے بعدوہ جتنے حج کرے گا وہ نفل حج کہلائیں گے جبکہ دوسری عبادتیں بار بار واجب ہوتی ہیں۔ علماء نے بیان کیا ہے کہ عبادات اپنے اسباب کی بنا پر بار بار واجب ہوتی ہیں، جیسے نماز ہر روز واجب ہورہی ہے کیونکہ اوقات نماز روزانہ آتے ہیں اور وہی اوقات نماز کے واجب ہونے کا سبب ہیں اسی طرح روزہ رمضان کی وجہ سے واجب ہوتا ہے۔ چونکہ رمضان ہر سال آتا ہے۔ اسلئے روزے ہر سال ایک ہی مرتبہ واجب ہوتے ہیں، زکوٰۃ کیلئے ماہ کا آنا سبب ہے اور سال کا گزرنا شرط ہے۔ یہ شرط ہر سال پائی جاتی ہے۔ اسلئے زکوٰۃ ہر سال واجب ہوتی ہے۔ حج کیلئے بیت اللہ شریف کو سبب بتلایا گیا، چونکہ کعبہ (بیت اللہ) روئے زمین پر ایک ہی ہے اسلئے حج بھی ایک ہی مرتبہ واجب ہوتا ہے۔ حج کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایک مخصوص لباس کی پابندی عائد کی گئی ہے۔ دیگر عبادات کیلئے کوئی مخصوص لباس نہیں۔ نماز کیلئے لباس (ستر عورت) ضرور لازم ہے لیکن ہر علاقہ کا رہنے والا اپنے اپنے علاقہ کی مناسبت اور رواج کے اعتبار سے لباس پہنتا ہے اسلئے نمازی مختلف لباسوں میں نظر آتے ہیں۔ اس کے برخلاف حج میں ہر علاقہ ہر زبان و تہذیب رکھنے والے کیلئے لازم ہے کہ وہ ایک ہی لباس اختیار کرے۔ اسی وجہ سے ساری دنیا کے حاجی ایک ہی لباس میں نظر آتے ہیں۔ حج کی اور ایک خصوصیت یہ ہے کہ زمان و مکان کو حج کی ادائیگی کیلئے خاص کیا گیا ہے کوئی حاجی ان مقامات سے ہٹ کر مناسک حج ادا نہیں کرسکتا۔ حج کیلئے جو خاص لباس مقرر کیا گیا ہے اس کو ''احرام'' کہتے ہیں۔

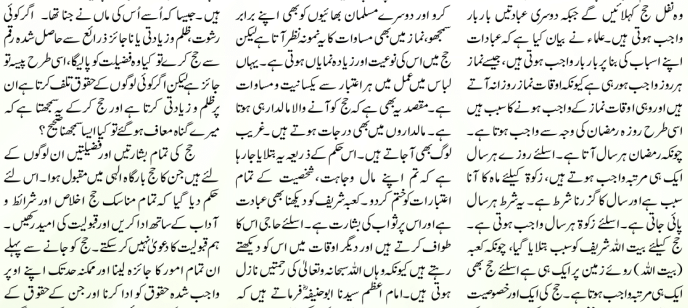

جس میں دو چادریں ہوتی ہیں ایک چادر تہہ بند کے طور پر استعمال ہوتی ہے دوسری اوڑھنے کیلئے، احرام کے اس لباس کا مقصد مسلمانوں میں اتحاد و یکسانیت اور خدا کے حضور عاجزی و انکساری پیدا کرنا ہے۔ اس سے مساوات ظاہر ہوتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ دنیوی اعتبار سے حاکم و محکوم، چھوٹے بڑے ہوسکتے ہو لیکن خدا کے حضور اپنے آپ کو ایک اطاعت شعار بندہ ظاہر کرو اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی اپنے برابر سمجھو، نماز میں بھی مساوات کا یہ نمونہ نظر آتا ہے لیکن حج میں اس کی نوعیت اور زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ یہاں لباس میں عمل میں ہر اعتبار سے یکسانیت و مساوات ہے۔ مقصد یہ بھی ہے کہ حج کو آنے والا مالدار ہی ہو نہ ہے۔ مالداروں میں بھی درجات ہوتے ہیں۔ غریب لوگ بھی آجاتے ہیں۔ اس حکم کے ذریعہ یہ بتلایا جارہا ہے کہ تم اپنے مال و جاہت، شخصیت کے تمام اعتبارات کو ختم کردو۔ کعبہ شریف کو دیکھنا بھی عبادت ہے اور اس پر ثواب کی بشارت ہے۔ اسلئے حاجی اس کا طواف کرتے ہیں اور دیگر اوقات میں اس کو دیکھتے رہتے ہیں کیونکہ وہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ امام اعظم سیدنا ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ دوران طواف کعبہ اللہ شریف کو دیکھنا منع ہے۔ آپ کے اس قول کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہیکہ بندہ دوران طواف اپنے اندر یہ احساس پیدا کرے کہ میں ایک گنہگار و خطا کار بندہ ہوں۔ بلکہ گناہوں میں ڈوبا ہوا ہوں۔ رب غفور کے دربار میں شرمندگی و ندامت کیساتھ گناہوں کی مغفرت کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ شرمندہ آدمی کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی نگاہ کو نیچی رکھے اپنی خطاؤں اور گناہوں پر آنسو بہائے۔ مغفرت طلب کرے، جرم کرنے کے بعد جب کسی دنیوی حاکم کے پاس پیش کئے جاتے ہو تو جسطرح شرمندگی اور ندامت سے سر کو جھکائے رکھتے ہیں۔ حجر اسود کو بوسہ لینے کیلئے بعض لوگ بڑی جدوجہد کرتے ہیں ان کی نیت خیر کی ہوتی ہے وہ چاہتے ہیں کہ حجر اسود کا بوسہ سنت ہے۔ یہ سعادت حاصل ہوجائے اسلئے بڑی کوشش اور محنت کرتے ہیں لیکن ان کی یہ موقع پر شریعت کہتی ہے کہ لوگوں کو اذیت پہنچا کر بوسہ لینے کی کوشش کرنا درست نہیں۔ کیونکہ کسی کو تکلیف دینا حرام ہے۔ عام طور پر حج کی فضیلت اور اس کی اہمیت و افادیت کو بیان کیا جاتا ہے اور ترغیب بھی دی جاتی ہے یہ سب مستحسن اقدامات ہیں۔ جیسا کہ اُسے اُس کی ماں نے جنا تھا۔ اگر کوئی حج کرے تو کیا وہ فضیلت کو پالیگا، اسی طرح پیسہ تو جائز ہے لیکن اگر کوئی لوگوں کے حقوق تلف کرتا ہے ان پر ظلم و زیادتی کرتا ہے اور حج کرکے یہ سمجھتا ہے کہ میرے گناہ معاف ہوگئے تو کیا ایسا سمجھنا صحیح ؟

حج کی تمام بشارتیں اور فضیلتیں ان لوگوں کے لیے ہیں جن کا حج بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوا۔ اس لئے حکم دیا گیا کہ تمام مناسک حج اخلاص اور شرائط و آداب کے ساتھ ادا کریں اور قبولیت کی امید رکھیں۔ ہم قبولیت کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ حج کو جانے سے پہلے ان تمام امور کا جائزہ لینا اور مکمل حد تک اپنے اوپر واجب شدہ حقوق کو ادا کرنا اور حق کے حقوق کے بارے میں کوتاہی ہوئی ہے اس کا ازالہ کرنا اور لوگوں سے معافی طلب کرنا چاہئے۔ اور بعد حج بھی اپنی زندگی کو شریعت کے مطابق گزارنا چاہئے۔ دعاء ہے کہ اللہ ہم سب کو نیک توفیق دے۔

تجارت : کامیابی کا زینہ

مولانا محمد فصیح الدین ندوی

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا'' اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقہ سے مت کھاؤ، مگر کوئی تجارت جو آپسی رضامندی سے ہو اور تم اپنے دوسرے کا قتل مت کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا اور یہ کام اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان ہے۔'' (نساء:۲۹،۳۰)

اس دنیا میں انسان اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیدا کیا اور پیشار نعمتوں سے نوازا ہے اور وہی ہماری تمام ضروریات کی تکمیل کا سامان کرتا ہے چونکہ یہ دنیا اسباب سے چلتی ہے اور ہمیں اس دنیا میں زندہ رہنے کا لئے کھانے پینے کی ضرورت پڑتی ہے، اس ضرورت کی تکمیل کیلئے ہمیں کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کرنا پڑتا ہے، کمائی کے بہت سے ذرائع ہیں تاہم تجارت ایک بہترین ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسی سلسلہ کی ہدایتیں عطا فرمائی ہیں، آپ آیت کے الفاظ پر غور کریں۔ اموالکم بینکم کا لفظ آیا ہے، جس کے معنی ہیں اپنے مال آپس میں اس میں یہ بات تو بہ اتفاق مفسرین داخل ہے ہی کہ کوئی شخص دوسرے کا مال ناجائز طریقہ پر نہ کھائی، اوحیانؒ نے تفسیر بحر محیط میں فرمایا کہ اس کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی اپنا ہی مال ناجائز طور پر کھائے، مثلاً ایسے کاموں میں خرچ کرے جو شرعاً گناہ یا اسراف ہیں وہ بھی آیت کی رو سے ممنوع و ناجائز ہے۔

آیت میں لاتاکلوا کا لفظ آیا ہے، جس کے معنی ہیں'' مت کھاؤ''، مگر عام محاورہ کے اعتبار سے اس کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کے مال میں ناحق طور پر کسی قسم کا تصرف نہ کرو، خواہ کھانے پینے کا ہو یا اسے استعمال کرنے کا، عرف عام میں کسی کے مال میں تصرف کرنے کو اس کا کھانا ہی بولا جاتا ہے اگر چہ وہ چیز کھانے کی نہ ہو لفظ'' باطل'' جس کا ترجمہ'' ناحق'' سے کیا گیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور جمہور صحابہؓ کے نزدیک تمام ان صورتوں پر حاوی ہے جو شرعاً ممنوع اور ناجائز ہیں، جس میں چوری، ڈاکہ، غصب، خیانت، رشوت، سود و قمار اور تمام معاملات فاسدہ داخل ہیں۔ (بحر محیط) آیت کے پہلے جملہ میں ناحق و ناجائز طریقوں سے کیسے کے مال میں تصرف کرنے کا حرام قرار دیا گیا ہے دوسرے جملہ میں جائز طریقوں کو مرحمت سے مستثنیٰ کرنے کیلئے ارشاد فرمایا، ترجمہ: دوسروں کا وہ مال حرام نہیں جو باہمی رضامندی سے حاصل کیا گیا ہو۔ جائز طریقے اگر چہ تجارت کے علاوہ اور بھی ہیں، مثلاً عاریت، صدقہ، میراث، لیکن عام طور پر ایک شخص کا مال دوسرے کے تصرف میں آنے کی معروف و جاری صورت تجارت ہی ہے۔ پھر تجارت کے معنی عام طور پر صرف بیع و شراء کیلئے جاتے ہیں، مگر مفسر مظہری میں اجارہ یعنی ملازمت و مزدوری اور کرایہ کے معاملات کو بھی تجارت میں داخل قرار دیا گیا ہے، کیونکہ بیع میں تو مال کے بدلے مال حاصل کیا جاتا ہے اور اجارہ میں محنت و خدمت کے بدلے میں مال حاصل ہوتا ہے۔ لفظ تجارت ان دونوں کو حاوی ہے۔ دوسرے کا مال حاصل کرنے کی جائز صورتوں میں سے اس آیت میں صرف تجارت کے ذکر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسب معاش کے ذرائع میں سے تجارت اور محنت سب سے افضل اور اطیب ذریعہ معاش ہیں۔

☆ حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ سے دریافت کیا گیا کہ کونسی کمائی حلال و طیب ہے؟ آپؐ نے فرمایا: انسان کے ہاتھ کی مزدوری اور ہر چیز بیع و شراء (جس میں کھوٹ و فریب نہ ہو)۔ ☆ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: سچا تاجر جو امانت دار ہو وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

☆ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے دریافت کیا کہ کونسی کمائی حلال و طیب ہے؟ آپؐ نے فرمایا: انسان کے ہاتھ کی مزدوری اور ہر چیز بیع و شراء (جس میں کھوٹ و فریب نہ ہو)۔ ☆ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: سچا تاجر جو امانت دار ہو وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

☆ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے فرمایا: سچا تاجر قیامت کے روز عرش کے سایہ میں ہوگا۔ ☆ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا: سب سے زیادہ پاک کمائی تاجروں کی کمائی ہے، بشرطیکہ وہ جب بات کریں تو جھوٹ نہ بولیں اور جب وعدہ کریں تو وعدہ خلافی نہ کریں، اور جب ان کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہ کریں اور جب کوئی سامان (کسی سے) خریدیں تو (تاجروں کی عادت کے مطابق) اس سامان کو بُرا اور خراب نہ بتائیں اور جب اپنا سامان فروخت کریں تو (واقعہ کے خلاف) اس کی تعریف نہ کریں، اور جب ان کے ذمہ کسی کا قرض ہو تو ٹال مٹول نہیں اور جب ان کا قرض کسی کے ذمہ ہو تو اس کو تنگ نہ کریں۔ (اخرجہ الاصبہانیؒ زاد شیخہ مظہری)۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حلال طریقہ سے مال کمانے اور حلال طریقہ سے خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مسجد : آداب واحکام

مولانا قاری محمد لائق علی

مسجد میں جن اُمور کا لحاظ ضروری ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں رکھیں پھر نکلتے وقت بایاں پاؤں اور دونوں وقت درود شریف پڑھیں۔ (۲) مسجد کی کوئی جگہ اپنے لئے خاص نہ کرلیں۔ (۳) لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگیں۔ (۴) مسجد میں دنیا کی باتیں نہ کریں۔ (۵) مسجد میں (نائشانہ) اشعار نہ پڑھیں۔ (۶) مسجد کے اندر کھانے پینے اور سونے سے احتراز کریں۔ (۷) اگر پیر میں مٹی وغیرہ لگی ہو تو اس کو مسجد کی دیوار یا ستون سے صاف نہ کریں۔ (۸) لڑکیوں اور دیوانوں کو مسجد میں داخل نہ ہونے دیں۔ (۹) مسجد میں گم شدہ چیز کی تلاش نہ کریں۔ (۱۰) مسجد کی گھاس یا کوڑا، کپڑا وغیرہ بے تعظیم جگہ نہ پھینکیں۔ (۱۱) مسجد میں انگلیاں نہ چٹخائیں۔

وہ اُمور جو مسجد میں مکروہ تحریمی ہیں :

(۱) مسجد کے دروازہ کا بند کرنا (اوقات نماز میں)۔ (۲) مسجد کی چھت پر پاخانہ پیشاب یا جماع کرنا۔ (۳) مسجد کے اندر وضو یا تھوکنا۔ (۴) مسجد کے اندر یا مسجد کی دیواروں پر تھوکنا یا ناک صاف کرنا۔ (۵) مسجد میں نجاست آلود جسم سے داخل ہونا۔ (۶) مسجد میں نجاست بھرے جوتوں کا ساتھ لے جانا۔ (۷) مسجد میں تلوار کا میان سے باہر کھینچنا۔ (۸) مسجد میں لڑائی جھگڑا شور و غل کرنا۔ (۹) مسجد میں ہنسی مذاق یا بوالعجب کرنا۔ (۱۰) بہن بیاز وغیرہ بدبودار چیزیں کھا کر اسی طرح چیزی لہسن وغیرہ پی کر مسجد میں داخل ہونا' یہ سب اُمور مکروہ تحریمی ہیں۔

(۱) مسجد میں کسی سائل کو سوال کرنا حرام ہے۔ (۲) مسجد میں ایسے سائل کو دینا جو لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہو مکروہ تحریمی ہے۔ نشہ کی چیزیں استعمال کرکے مسجد میں داخل ہونا منع ہے اگر چہ نشہ نہ ہو بلکہ ایسے شخص کو مسجد سے نکلوا دینا درست ہے۔

مسجد میں کسب و تجارت :

(۱) مسجد کے اندر خرید و فروخت اور کسی پیشہ ور کو اپنا پیشہ کرنا جائز نہیں۔ (۲) حالت اعتکاف میں خرید و فروخت جائز ہے بشرطیکہ اشیائے فروختنی مسجد میں نہ لائی جائے۔ (۳) اگر کوئی شخص مسجد کی حفاظت کے لئے مسجد میں چھکر ضمناً اپنا کسب و پیشہ بھی کرتا جائے تو مضائقہ نہیں۔

نماز کی تعریف :

نماز ترجمہ ہے لفظ صلوٰۃ کا جس کے معنی دعاء کے ہیں اور اصطلاح شرع میں مخصوص افعال (قیام، رکع' سجود وغیرہ) کا نام نماز ہے۔ نماز وہ عبادت ہے جو سب سے پہلے فرض ہوئی اور پھر سب سے پہلے دنیا سے اٹھالی جائے گی اور سب سے پہلے قیامت کے دن اسی کا سوال ہوگا۔ نماز سے کوئی شریعت خالی نہیں: حضرت آدم علیہ السلام سے لے اس وقت تک جتنے انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں سب پر نماز فرض تھی البتہ تعداد اور طریق ادا میں فرق رہا اور اب شریعت اسلامیہ میں جس طریق ادا کا حکم ہے وہ اکمل ترین طرق ہے۔

نماز اور اسلام :

نماز اسلام کا رکن اول و اعظم ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اسلام کی عمارت زیادہ تر اسی پر قائم ہے یا مسلمان کا مسلمان ہونا اسی سے سمجھا جاسکتا ہے تب بھی مبالغہ نہیں۔ حضور اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ'' نماز دین کا ستون ہے'' (جس نے نماز کو قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے نماز کو چھوڑ دیا اس نے دین کی بنیاد منہدم کردی) اور فرمایا کہ'' نماز کے بغیر دین ایسا ہے جیسے سر کے بغیر جسم''۔

نماز کی اہمیت :

نماز ہر فرد مسلمان پر (خواہ امیر ہو یا فقیر، تندرست ہو یا مریض، مقیم ہو یا مسافر) روزآنہ پانچ وقت فرض عین ہے یہاں تک کہ دشمن کے مقابلہ میں جب لڑائی کی آگ بھڑک رہی ہو اس وقت بھی اس کا ادا کرنا فرض ہے۔ عورت جبکہ دردزہ میں مبتلا ہو جو ایک سخت مصیبت کا وقت ہے' بلکہ بچہ کا کوئی جزو نصف سے کم باہر آگیا ہو تو ا